

عزت سے ہمارا شکنا کئے
پیرائے عیش و ہوا میں ہیں

حب و وفا کے لئے
وہاں حب و وفا کے لئے

عزت کا ترخ سوا ہوتا ہے
جس قوم کو عیش و ہوا میں ہیں

ہر قسم کا بگاڑتا ہے
کتابوں کے اے کچھ بگاڑتا ہے

بے سود ہے گنج و مال دولت کی تلاش
اکبر و سرور طبع کو علم میں ڈھونڈ

دلت ہے ماحصل عاہ و شوکت کی تلاش
صحت میں کر سکوں راحت کی تلاش
(اکبر الہ آبادی)

تحقیق کو بے سود سمجھنے والو
تقدیر و توکل سے عمل بہتر ہے

انسان کو بے سود سمجھنے والو
اسے وہم کو معذور سمجھنے والو

مرآت ہوں دل میں پہلی نوبی "نوبی یاد آئی" (احسان دانش)
جیسے "اسے" دل میں پہلی نوبی "نوبی یاد آئی" (احسان دانش)
جیسے "اسے" دل میں پہلی نوبی "نوبی یاد آئی" (احسان دانش)

قطعہ

معنی

قطعہ (ق ط ع ہ) کے لغوی معنی "ٹکڑا" یا "تجزہ" کے

ہیں۔ اصطلاح میں اس نظم کو کہتے ہیں، جس میں کوئی خیال یا واقعہ مسلسل بیان کیا گیا ہو۔ قطعے میں مطلع کی موجودگی ضروری نہیں، قطعے میں ہر شعر کے دوسرے مصرع میں قافیہ کی پابندی لازمی ہے گویا قطعے کی ہیئت تصدیق کی ہوتی ہے۔ مگر قطعے میں مطلع نہیں ہوتا۔ قطعہ ہر بحر میں کہا جاسکتا ہے۔ قطعہ کم از کم دو شعروں کا ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ کی کوئی قید نہیں۔

قطعہ کے لیے کوئی موضوع مقرر نہیں۔ قطعہ نگار ہر طرح کے واقعات و میانات، نظریات و خیالات اور احساسات و جذبات کو نظم کر سکتا ہے، بشرطیکہ پورا قطعہ معنوی اعتبار سے مکمل اکائی ہو۔

اکثر نامور شعرا مثلاً: سودا، مسیّد، سرور، میر حسن، مصحفی، انیسار، رنگین، اور جرأت نے قطعے کہے ہیں۔ نظیر کو سلسل گوئی سے خاص لگاؤ تھا اس لیے انھوں نے بھی اچھے قطعات لکھے۔ غالب نے پہلی بار قطعہ پر خاطر خواہ توجہ دی۔ اس کے بعد شبلی، آزاد، اکبر، اسماعیل میرٹھی، چکبست، ظفر علی خاں، اقبال، جوش، احسان دانش، سیاب اکبر آبادی، نعیم صدیقی، احمد ندیم قاسمی، اختر انصاری، دہلوی، جاں نثار، اختر، انور مسعود، حافظ لدھیانوی، رئیس امروہوی، طفیل ہوشیار پوری اور بہت دوسرے شعرا نے سیاسی، طنزیہ اور مزاحیہ قطعات کہے ہیں۔

قطعہ کی مثالیں :

انما زبیاں گرچ بہت شوخ نہیں ہے
یا وسعتِ افلاک میں بکیر مسلسل
شاید کہ اڑتے ترسے دل میں ہی آج
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
یہ مذہب مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب تلاء و جمادات و نباتات
(اقبال)

مندرجہ ذیل قطعہ صرف دو شعروں پر مشتمل ہے :

کنجِ نفل میں پڑا سوچتا ہوں کتنا دلچسپ نظر آ رہا ہو گا
یہ سلاخوں میں جھکتا ہوا چاند ترسے آنکھوں میں بھی نکلا ہو گا
(احمد ندیم قاسمی)

✓ قطعہ اور رباعی میں فرق اُردو میں طویل قطعات بھی کہے گئے ہیں مگر آج کل
عموماً دو شعروں کا مختصر قطعہ کہنے کا رواج ہے۔ چونکہ رباعی میں بھی دو شعر

ہوتے ہیں اس لیے عام قارئین قطعہ اور رباعی میں فرق ملحوظ نہیں رکھتے۔

قدیم شعرا کے دیوانوں میں قطعات اور رباعیات کو خلط ملط کر دیا گیا حالانکہ

دونوں اصناف جدا ہیں اور اُن کے درمیان حدِ فاصل قائم رکھنا ضروری ہے۔

مندرجہ ذیل تین امور کی بنا پر دونوں کے درمیان فرق کیا جاسکتا ہے :

✓ (۱) وزن : رباعی ہمیشہ مخصوص وزن میں کہی جاتی ہے، جبکہ قطعہ

کے لیے کوئی وزن مخصوص نہیں۔

(۲) مطلع : رباعی میں ہمیشہ مطلع موجود ہوتا ہے، جبکہ قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا۔

(۳) تعداد اشعار : رباعی ہمیشہ دو شعروں پر مشتمل ہوتی ہے، جبکہ اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔

مُسَمَّط

مُسَمَّط، عربی لفظ ہے اس کے لغوی معنی ہیں پروئی ہوئی اور جڑھی ہوئی چیز۔ مراد ہے وہ نظم جس کا ہر بند ایک مقررہ تعداد کے مصرعوں پر مشتمل ہو، اس کی کئی شکلیں ہیں۔ مثلث، مربع، خمس، مستدس، ثمین وغیرہ۔ ذیل میں چند اہم اقسام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مثلث | وہ نظم جس کا ہر بند تین مصرعے کا ہو۔ مصرعوں کے قافیوں اور ردیف کی ترتیب کی نوعیت شاعر کی اپنی مرضی پر ہوتی ہے۔ دو مختلف شکلوں کی ایک ایک مثال ملاحظہ ہو:

ابھی کچھ ہوئی نہ تھی سیانی کہ اٹھا بڑوں کا سر سے سایہ

تو زمانے نے یہ پلٹا کھایا کہ کسی کو پھر نہ اپنا پایا

وہ ہوں پھول جس کا پھل نہیں ہے، وہ ہوں آج جکلی نہیں

(صلبت اشعار کی ایک نظم کا ایک بند)

اب تلخ قناج پہ یہ فریاد ہے بیکار
تہذیب سے اب شکوہ پیدا ہے بیکار
عصمت کے لئے شہر کی اب یاد ہے بیکار

تعریف

(نصیر صدیقی کی نظم "دہ نظموں کا کوہ")

مُرتج | دہ نظم ہے، جس کا ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ کبھی چار مصرعوں
آپس میں ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں اور کبھی صرف دو مصرعوں میں
مصرع۔ موضوع کی پابندی نہیں، جدید شعرا کی بیشتر نظمیں مرتج و ترکیبی
ہینت میں ہیں۔ مثلاً:

کیا گلہ ان سے کہ جب حیر معیشت کا ہے خُذ
ظلم کی چھاؤں میں دم لینے پہ غب جو ہیں ہم
نہ تو افکار بہار سے، نہ ارادے اپنے
لاکھ آزاد سہی، پھر بھی تو رہنجور میں ہم

چند روز ادریہ ظلمات گوارا کر لیں
اک نئی صبح کے آثار نظر آتے ہیں
سینہ پاک سے پھوٹی ہیں سنہری کرنیں
وہاں مطلع انوار نظر آتے ہیں

ایک اور مثال :

تم تو کہتے تھے کہ اک عہد نیا آنے گا
سب کا دکھ ماضی مرحوم میں ڈھل جائے گا
کیا خبر تھی کہ یہ جو عہد تھا آنے والا
ایسے آنے گا کہ ہنستوں کو بھی لوٹانے کا

خواب سب ہو گئے اس دور میں کرچی کرچی
جنش لب بھی چھنی، آنکھ سے بینائی لٹی
یوں ہی ہر گام پہ لٹنے کا جو منظر یہ رہا
ڈرے حالات کی رو چھین نہ لے رہی بھی

(محمد ارشد کمال کی نظم "پچیس روپے سے دو بند۔")

تعریف
مختس | جس نظم کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوا اسے مختس کہتے ہیں۔
اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں :

(۱) پہلے بند کے پانچوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف (یا صرف ہم قافیہ)
ہوں۔ اس کے بعد ہر بند کے پہلے چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ و ہم ردیف

موسم کے پابند نہیں ہیں قدرت کے گزار
چلتی ہیں ہر سمت ہو ایں مستی میں سرشار
کانٹے جن پر وارے جائیں لاکھوں سرخسار
نقاشِ فطرت کے آگے کیا ہے دستِ بانی
لہراتا، بل کھاتا، بڑھتا، جھل جھل کرتا پانی
(سہیل احمد زیدی)

مستدس نظم کا ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلا، دوسرا
اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ و ہم ردیف (یا صرف ہم قافیہ) ہوتے ہیں۔
پانچواں اور چھٹا مصرعہ الگ ہم قافیہ و ہم ردیف (یا صرف ہم قافیہ) ہوتے
مستدس نظم میں بندوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔
بیشتر اردو مرثیے مستدس ہیئت میں لکھے گئے۔ مگر مستدس کے
یہ موضوع کی کوئی قید نہیں۔ مذہبی، اخلاقی، سیاسی، بہاریہ اور مدحیہ
غرض ہر طرح کے مضامین مستدس میں بیان کیے جاسکتے ہیں۔ مولانا حالی کی
معروف نظم ”مد و جزیر اسلام“ مستدس ہیئت میں ہے۔ اس لیے ”مستدس“ کو
حالی کے نام سے موسوم ہے۔ علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظمیں ”شکوہ“
اور ”جواب شکوہ“ بھی مستدس ہیئت میں ہیں۔ دو مثالیں: